خدام الدین

ہفت روزہ

پاکستان

حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ

...ح التفسیر

حضرت مو...

كل من عليها فان ويبقى وجه ربك ذو الجلال والاكرام

۲۸ دسمبر ۶۲

مطبوعات انجمن خدام الدین لاہور پاکستان

دو روپے

احادیث الرسول صلی اللہ علیہ وسلم

انتظار حسین اسعد قادری

○ حضرت سفیان بن عبداللہ الثقفی رض فرماتے ہیں کہ میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھے کوئی ایسی بات بتا دیجئے جسے میں مضبوط پکڑ لوں۔ فرمایا یہ کہہ کہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہ۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! سب سے زیادہ خوفناک چیز کون سی ہے جس کا آپؐ میرے حق میں اندیشہ رکھتے ہیں آپؐ نے اپنی زبان پکڑ کر فرمایا "یہ"

تشریح حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد گرامی کہ تو کہہ میرا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہ ایک ایسا جامع ارشاد ہے جو تمام اوامر و نواہی کو شامل ہے۔ مطلب یہ کہ جو اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اپنی عبدیت و بندگی کا اقرار کر لیا تو اب ساری عمر اس کی دھن رہنی چاہیئے کہ مجھ سے کوئی حرکت ایسی صادر نہ ہو جو کہ کریم آقا کے حکم و ارشاد اس کی رضا و خوشنودی کے خلاف ہو اگر ایک امر و نہی میں بھی اس کے خلاف ہو گیا تو استقامت میں فرق آ گیا اس لئے دوبارہ عزم اور تجدید توبہ کی ضرورت ہے۔

○ حضرت ابن عمر رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ذکرِ الٰہی کے سوا زیادہ باتیں نہ کیا کرو۔ کیونکہ ذکر الٰہی کے سوا زیادہ باتیں کرنا دل کی سختی (کا موجب) ہے اور بے شک اللہ تعالےٰ سے لوگوں سے زیادہ دور سخت دل ہے۔

تشریح مطلب یہ کہ ذکر الٰہی کو چھوڑ کر زیادہ باتیں کرنے [illegible] کی سختی پیدا ہوتی ہے جس [illegible]لب کی استعداد بگڑ جاتی ہے۔ خوف و خشیت اور حب وجاہ وغیرہ سے قلب رفتہ رفتہ خالی ہو جاتا ہے اور قلب میں ذکر الٰہی کی طرف متوجہ ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی اور یہ کیفیت اللہ تعالےٰ سے علامت ہے

ام المومنین ام حبیبہ رض سے روایت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ ابن آدم کی ہر بات اس کے حق میں مضر ہے مفید نہیں مگر بھلائی کا حکم کرنا یا برائی سے روکنا یا اللہ تعالیٰ کا ذکر۔

بقیہ: باتیں ان کی یاد رہیں گی۔

تعلقات کے متعلق تھیں۔ غرضیکہ ان خوش نصیب انسانوں نے ان تمام معاملات میں فقط اللہ تعالیٰ ہی کی رضا کو مدنظر رکھ کر اور اسی کی راہنمائی کی روشنی میں زندگی کے لمحات کو بسر کیا اور مذکورہ طرز عمل پر استقامت اختیار کی یعنی اس طریق زندگی پر ایسے جمے رہے کہ کسی کی مخالفت کی ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کی۔ اللہ تعالےٰ کی رضا کے ماتحت چلنے میں اگر ساری دنیا سے تباہ ہو جائے تو فبہا اور اگر بالفرض کسی معاملے میں اللہ تعالےٰ کی رضا پر چلنے

(باقی ۱۹ پر)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہفت روزہ
خدام الدین
لاہور

جلد ۳۰ شمارہ ۲۵

بدل اشتراک
فی کاپی : -/۲ روپے

پاکستان میں بذریعہ ڈاک
سالانہ ۵۲ شمارے -/۸۰ روپے
ششماہی ۲۶ شمارے -/۴۵ روپے



۴ ربیع الثانی ۱۴۰۵ھ

ریفرنڈم کے بعد

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق کے اعلان کے مطابق ۱۹ دسمبر کو ملک بھر میں ریفرنڈم کا مرحلہ بخیر و خوبی گذر گیا ہے اور ملک کے ہر حصہ میں ریفرنڈم میں ووٹ ڈالے گئے ہیں ووٹنگ کی رفتار اور ووٹروں کے تناسب کے بارے میں اگرچہ ملے جلے تأثرات کا اظہار کیا جا رہا ہے۔ بیرونی ذرائع ابلاغ اور مخالف سیاسی عناصر کے بقول ووٹنگ کی رفتار سست اور ووٹروں کا تناسب کم رہا ہے۔ لیکن سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ لوگوں نے جوش و خروش کے ساتھ بھاری تعداد میں ریفرنڈم میں حصہ لیا ہے اور صدر جنرل محمد ضیاء الحق اسلامی نظام کے سلسلہ میں اپنی پالیسیوں کے حق میں عوام کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب رہے ہیں۔

مگر ہم اس بحث میں پڑے بغیر سرکاری ذرائع کے تأثر و تجزیہ کو بنیاد بناتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ بزعم خود اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے اپنی پالیسیوں کے حق میں عوام کی حمایت حاصل کر لینے کے بعد صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے رفقاء کی ذمہ داری پہلے سے بہت بڑھ گئی ہے۔ اور اب ایک مسلم حکمران کی حیثیت سے نفاذ اسلام کا ذمہ دار ہونے کے ساتھ ساتھ ۱۹۷۷ء کی تحریک نظام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے

ہزاروں شہداء کے مقدس خون کے علاوہ ریفرنڈم میں ووٹ ڈالنے والے کروڑوں مسلمانوں کی نمائندگی کی ذمہ داری اور قرض بھی ان کے ذمہ ہو گیا ہے اور وہ اس ذمہ داری کو اسلامی نظام کے نفاذ کی طرف عملی، مؤثر اور نتیجہ خیز پیش رفت کے ذریعہ ہی پورا کر سکیں گے۔

اس موقع پر ہم اس اہم اور نازک نکتہ کی طرف بھی توجہ دلانا چاہیں گے کہ ریفرنڈم میں ایم آر ڈی میں شامل جماعتوں کے علاوہ ایم آر ڈی سے باہر کی جماعتوں جمعیۃ علماء اسلام، جمعیۃ العلماء پاکستان اور جمعیۃ اہل حدیث پاکستان نے بھی حصّہ نہیں لیا۔ صدر صاحب کی طرف سے اسلام کا نعرہ لگانے کے باوجود ان جماعتوں کا حصّہ نہ لینا صدر پاکستان اور ان کے رفقاء کو اپنی پالیسیوں پر سنجیدہ نظرِ ثانی اور تجزیہ و تحلیل کی دعوت دیتا ہے۔ کیونکہ ایم آر ڈی کی مخالفت کو تو وہ سیکولر، مغربی جمہوریت اور سوشلسٹ سیاست کا عنوان دے کر مسترد کر سکتے ہیں لیکن دینی سیاسی جماعتوں کی مخالفت پر انہیں بہرحال سوچنا پڑے گا اور یہ غور و فکر یقیناً انہیں اس خلیج سے روشناس کرا دے گا جو گذشتہ سات برس تک ان کے اسلامی اقدامات اور ان پر عملدرآمد کے درمیان حائل رہی ہیں۔

ہمارے خیال میں دینی سیاسی جماعتوں کی طرف سے ریفرنڈم میں حصّہ نہ لینے کی بڑی وجہ یہی خلیج ہے جس کے پاٹے جانے کے بظاہر مستقبل قریب میں کوئی امکانات نظر نہیں آتے۔ اصل مسئلہ اقدامات کے اعلان کا نہیں ان پر عملدرآمد کا ہے جب تک عملدرآمد نہ ہو اور عملدرآمد کی راہ میں حائل روکاوٹوں کو دور کرنے کی طرف سنجیدہ توجہ نہ دی جائے محض اعلانات و اقدامات سے کوئی مثبت نتیجہ برآمد نہیں ہو سکتا۔ بلکہ بے نتیجہ اعلانات و اقدامات اسلامی جد و جہد کے لئے فائدہ کی بجائے نقصان کا باعث بن رہے ہیں کیونکہ اس سے ان عناصر کی تائید و تقویت کا سامان مہیا ہو رہا ہے جو اسلام کو چودہ سو سالہ پرانا نظام کہہ کر آج کے دَور میں اس کے قابل عمل نہ ہونے کا ڈھنڈورا پیٹ رہا ہے۔ اس لئے ہم صدر جنرل محمد ضیاء الحق اور ان کے رفقاء سے یہ عرض کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ نئی حکمت عملی اور اقدامات کی ترتیب وضع کرنے سے قبل صورت حال کے تمام پہلوؤں کا اچھی طرح جائزہ لے کر عوام اور علماء کو اعتماد میں لیتے ہوئے اسلام اور ملک کے مفاد میں مؤثر اور مثبت طرز عمل اختیار کریں۔ تاکہ وہ اپنی ذمہ داریوں سے صحیح طور پر عہدہ برآ ہو سکیں۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کے نئے اقدامات پہلے سے بھی زیادہ بے نتیجہ ثابت ہوں اور اسلام کی خدمت کرنے کی بجائے اسے نقصان پہنچا کر وہ "اسلام کے نادان دوست" کے عنوان سے تاریخ کے صفحات کا حصّہ بن جائیں۔

بقیہ : پہلی تقریر

اس لائق ہیں کہ ان سے تلخیاں بھلانے کی استدعا کی جائے اور ان کا تعاون حاصل کیا جائے۔ نہیں، بلکہ ان کے ناپاک عزائم کو ناکام بنانے کی ہمیشہ ضرورت رہی ہے۔ اگر صدر موصوف نے اس گروہ سے تلخیاں بھلانے کو نہیں کہا پھر کن سے کہا، کیا کوئی ایسا طبقہ ہے جس کو جنرل ضیاء الحق اپنا سیاسی مخالف سمجھتے ہیں؟ کیا صدر مملکت سیاست دانوں کی طرح سیاسی میدان میں اتر آئے ہیں؟ اور کیا انہوں نے سیاسی عمل

پہلی تقریر

اس تکلّف کی ضرورت نہ تھی

صدر پاکستان جنرل محمد ضیاء الحق نے اسلامی نظام حیات کے نفاذ اور استحکام وطن کے لئے قوم سے اعتماد کا اظہار کروانے کے بعد ۲۱ر دسمبر کو ٹی وی اور ریڈیو کے ذریعہ قوم سے خطاب کیا۔ پوری قوم کی طرح ہمیں بھی توقع تھی کہ صدر آج اپنی اس تاریخی تقریر میں آئندہ پانچ سال کے آغاز پر اہم اقدامات کا اعلان کرکے قوم کی دینی امنگوں کو پورا کرنے کی سعادت حاصل کریں گے۔ مگر انہوں نے ۱۹ر دسمبر کے دن کی اہمیت بیان کرنے، قوم کا شکریہ ادا کرنے اور "ماضی کی تلخیاں بھلا کر منزل کی طرف بڑھنے" کی اپیل کرنے پر اکتفا کیا ہمارے نزدیک اتنے کام کے لئے ریفرنڈم کے بعد پوری پاکستانی قوم کو ریڈیو اور ٹی وی کی طرف متوجہ کرنے کی چنداں ضرورت نہ تھی۔ یہ محض تکلّف تھا صدر مملکت بارہا کہہ چکے ہیں کہ ان کے کوئی "سیاسی عزائم" نہیں وہ صرف اسلام، ملک اور قوم کی خدمت کے جذبہ سے کام کر رہے ہیں۔ تو پھر یہ تلخیاں بھلانے کی اپیل کن لوگوں سے کی گئی ہے کیا قوم و ملک کے خلاف سازشیں کرنے والے عناصر یا قرآن و سنّت کے مخالفین

منصب خلافت سنبھالنے کے بعد

حضرت صدیق اکبر رضؓ کی پہلی تقریر

آفتاب نبوت جب آنکھوں سے روپوش ہو چکا، تو صحابہ کرامؓ نے بحث و تمحیص کے بعد متفقہ طور پر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ منتخب کیا، بیعت جب ختم ہو چکی تو صدیق اکبرؓ بحیثیت خلیفۂ رسول کھڑے ہوئے اور ارشاد فرمایا:

"اے لوگو! میں تمہارا حاکم بنا دیا گیا ہوں، اور حال یہ ہے کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں، لہٰذا اگر میں کوئی اچھا کام کروں تو میری مدد کرنا، اور اگر راہ راست سے ہٹ کر کوئی قدم اُٹھاؤں تو میری اصلاح کر دینا۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت،

تم میں جو شخص قوی ہے وہ اس وقت تک میرے نزدیک کمزور رہے جب تک میں اس سے دوسروں کا حق نہ لے لوں اور جو تم میں کمزور ہے، وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک میں اس کا حق اسے نہ دلا دوں انشاء اللہ،

جس قوم نے اللہ تعالیٰ کے راستے میں جہاد کرنا چھوڑ دیا، اللہ تعالیٰ نے اسے ذلیل و خوار بنا دیا، اور جس قوم میں کبھی بدکاری پھیل جاتی ہے، اللہ تعالیٰ اسے مصیبت میں مبتلا کر دیا کرتا ہے۔

اس وقت تک میری اطاعت کرو، جب تک میں اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت و فرمانبرداری کروں، اور جب کبھی میں اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کرنے لگوں پھر میری اطاعت تم پر عائد نہیں ہوتی، اپنی نمازیں ادا کرو اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے"۔(۱)

یہ اسلامی اسٹیٹ کے ایک سربراہ کی پالیسی کا اعلان ہے، جو خود اپنے قوانین نافذ نہیں کرتا ہے بلکہ اُس قانون کو رائج کرتا ہے جو اللہ اور اس کے رسول نے طے فرما دیے ہیں، یہی وجہ ہے کہ نہ خودستائی ہے، نہ ڈینگ ہے اور نہ پبلک کو خوش کرنے کے لئے تقریر میں ان کو سبز باغ دکھانے کی کوشش کی گئی ہے،

عدل و مساوات قائم کرنے کا عزم محکم دیکھیے: کیا کہیں سے کسی کمزوری کا شائبہ بھی محسوس ہوتا ہے؟ پھر دیکھیے اسی کے ساتھ راہ حق میں جان و مال کی قربانی، خدا ترسی و فرض شناسی کا کس مؤثر انداز میں اعلان اور اس کی ترغیب ہے۔

(ماخوذ از اسلامی حکومت کے نقش و نگار)

صلی اللہ علیہ وسلم
ذات اقدس کی

تکمیل مدارج کمال

فضائل و مسائل درود و سلام کے بارے میں ایک کتاب پر
امام الہدیٰ جانشینِ شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور کی رائے گرامی

الحمد وحدہ والصلاۃ والسلام علی من لانبی بعدہ

اللہ رب العزت نے اپنی تمام مخلوق میں انسان کو سب سے بلند رتبہ عطا فرمایا اسے علم و فراست قوت و توانائی اور جسمانی و روحانی انعامات سے نوازا اور خلافت ارضی سے بہرہ ور کیا۔ خلافت عامہ تو ہر انسان کو حاصل ہے اور اس کے بے شمار درجات ہیں۔ تاہم خود عقل کا تقاضا یہ تھا کہ ان مدارج کی کہیں نہ کہیں تکمیل ہو۔ اس عظیم مقصد کے لئے حضور سرورِ عالم فخر بنی آدم علیہ الف الف تحیات و سلام کو منتخب فرمایا جو تمام صفات کمال کا مظہر اتم اور باعث تخلیق کائنات ہیں حق تعالےٰ نے انسانوں کی ہدایت و رہنمائی کے لئے سلسلۂ نبوت و رسالت حضرت آدمؑ سے شروع کرکے اپنے آخری نبی خاتم النبیّین حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم فرما دیا۔ آپ ساری مخلوق میں افضل و اعلیٰ ہیں کائنات میں آپ کی نظیر اور مثال ممکن نہیں۔ امّت پر آپ کے لاتعداد احسانات ہیں ہمارا فرض ہے کہ جس قدر ممکن ہو آپ پر درود و سلام پڑھیں

شعبان سنہ ۲ھ میں آیت اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْ صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا نازل ہوئی۔ اس دن سے مسلمان اپنی عبادت میں لازماً درود شریف پڑھتے چلے آ رہے ہیں اور یہ سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا۔ انشاء اللہ!

احقر نے رسالہ "درود و سلام علیٰ خیر الانام" مؤلفہ مولانا محمد قاسم صاحب قاسمی پڑھا ہے موصوف نے جس شوق اور کاوش سے اسے مرتب فرمایا ہے اس کے لئے دل سے دعا نکلی۔ جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

دینی کتب و رسائل لکھنا چھاپنا خدمت کتابؒ سنّت کے ضمن میں آتا ہے بلکہ حضرت مجدد الف ثانی رحؒ تو فرماتے ہیں کہ ترویج دین کے سلسلہ میں ایک کوڑی خرچ کرنے کا اجر لاکھوں روپیہ خرچ کرنے کے برابر ہے۔

اللہ تعالےٰ اس رسالہ کو قبولیت عامہ عطا فرمائے اور تمام مسلمانوں کو ہدیۂ درود و سلام پر مداومت نصیب فرمائے۔ آمین یا الٰہ العالمین!

احقر عبید اللہ انور

من الشیخ الی الشیخ

شیخ الحدیث حضرت مولانا عبدالحق، اکوڑہ خٹک

میرے لئے آپ کا جو حکم بھی ہوا اس کے کرنے میں سعادت سمجھتا ہوں

مکرمی و محترم المقام حضرت العلام حضرت مولانا عبید اللہ انور صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

امید کہ مزاج بخیر ہوں گے۔

مکتوب گرامی دربارہ شرکت مجلس شوریٰ نظام العلماء موصول ہوا۔ آپ جانتے ہیں کہ میں آنے جانے اور حرکت کرنے کے قابل نہیں رہا۔ دوسرا یہ کہ مکتوب گرامی بھی ربیع الاول کی تعطیل کی وجہ سے تاخیر سے موصول ہوا۔ میری دلی دعا ہے کہ باری تعالےٰ آپ کے درجات بلند فرمائے۔ اس سلسلہ میں آپ کا فیصلہ ہی آخری فیصلہ ہو سکتا ہے جو مجھے بہرصورت منظور ہے اور انشاء اللہ حسبِ استطاعت اور مقدور بھر میرے لئے جو حکم بھی ہو اس کے کرنے میں اپنی سعادت سمجھتا ہوں۔

مجھے آپ کی شوریٰ کی دعوت قبول ہے اور اس کے فیصلوں کی تائید کرتا ہوں۔

حضرت درخواستی مدظلہم اور دیگر اکابر علماء کی خدمت میں سلام عرض ہے۔ والسلام

بندہ عبدالحق عفی عنہ
مہتمم دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک پشاور

شیخ طریقت حضرت مولانا عبید اللہ انور

ہمارے اکابر نے ہر نازک مرحلہ پر قوم و ملک کی صحیح رہنمائی کرنا اپنا فرض منصبی جانا ہے

مخدوم و مکرم حضرت استاذی المحترم مولانا عبدالحق صاحب زید مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مکتوب گرامی موصول ہوا آپ تشریف نہ لا سکے اللہ تعالیٰ آپ کو صحت کاملہ عطا فرمائے۔ آمین!

ہمارے اکابر نے ہر نازک مرحلہ پر قوم و ملک کی صحیح سمت رہنمائی کرنا اپنا فرض منصبی جانا ہے اسی غرض سے مجلس شوریٰ کا اجلاس منعقد کیا گیا تھا آپ شریک اجلاس نہ تھے آپ کی دعائیں شامل رہیں۔ الحمدللہ تعالیٰ علماء کرام نے اپنی صوابدید کے مطابق جو مناسب سمجھا وہ پالیسی طے کر لی۔

مزید باعث مسرت یہ امر ہے کہ جانشینِ شیخ الاسلام حضرت مدنی نوراللہ مرقدہٗ حضرت مولانا سید اسعد مدنی مدظلہٗ نے اہل حق کی صفوں میں پیدا شدہ خلیج کو پاٹنے کی خلوص نیّت سے کوشش کی ہے اللہ تعالےٰ قبول و منظور فرمائے اور جملہ احباب کو بھی اسی جذبۂ خلوص سے ان کے حکم کو اور فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کی توفیق عطا فرمائے۔ تاکہ یہ عمل خیر پایۂ تکمیل کو پہنچے اور شیرازۂ حق پہلے سے بھی زیادہ مضبوط و مربوط اور مستحکم و متحد ہو سکے۔

انجمن خدام الدین نے ایک بہت بڑے ہسپتال کا منصوبہ شروع کر رکھا ہے اس کی جلد تکمیل، میری صحت اور ادارہ خدام الدین کی ترقی کے لئے بھی دعاؤں کی درخواست ہے۔ حضرت مولانا سمیع الحق صاحب اور دیگر اکابر و اساتذۂ دارالعلوم حقانیہ کی خدمت میں دعاؤں کے ساتھ سلام عرض ہے۔ والسلام

احقر عبید اللہ انور



ذکرِ الٰہی کی کوئی متعین مقدار فرض نہیں

مگر یہ رحمتوں کا خزانہ ہے

دلوں پر لگا ہوا گناہوں اور معصیتوں کا زنگ
اللہ تعالیٰ کے پاک نام کے ذکر سے اتر جاتا ہے

امام الہدیٰ وارث اسلاف مرشد حق حضرت مولانا عبید اللہ انور مدظلہ کے ارشادات

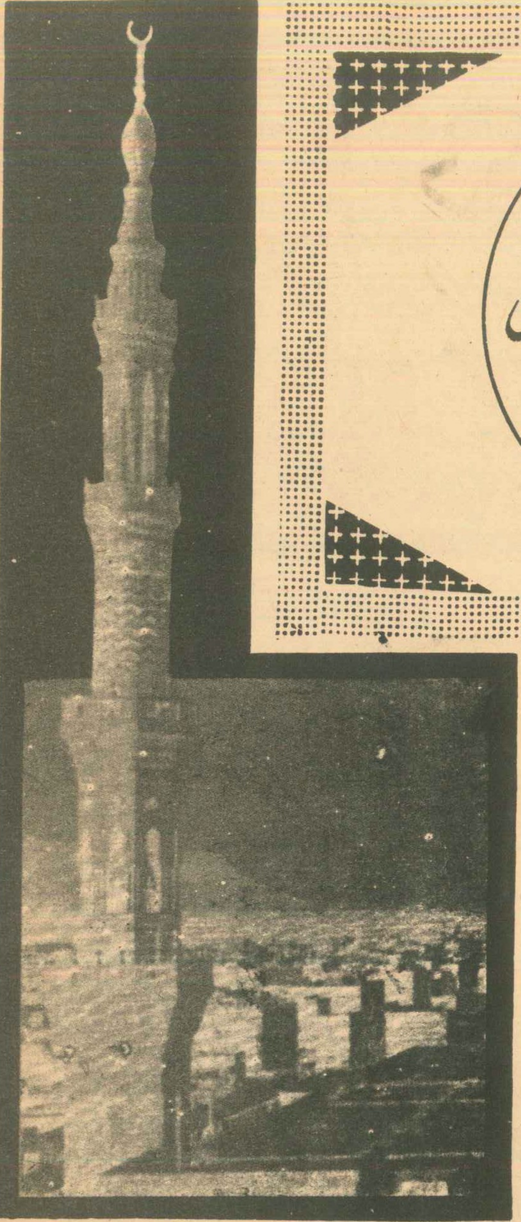
اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم.
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝

ترجمہ : اور اپنے رب کا نام لیا کرو اور سب سے الگ ہو کر اسی کی طرف آجاؤ

حضرات محترم ! اس مختصر وقت میں چند باتیں عرض کرتا ہوں ۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح فہم اور اعمالِ خیر کی توفیق عطا فرمائے ۔ اللہ رب العزت نے ہر چیز کا جوڑا پیدا کیا ہے ۔ جاندار مخلوقات میں یہ ثانیوت و زوجیت مذکر و مونث کی صورت میں جلوہ نما ہے اور غیر جاندار ، غیر ذی روح اشیاء میں مخالف اور اپوزٹ خاصیت کی حامل چیز سے جوڑا بن جاتا ہے ۔ مثلاً آگ اور پانی ، سردی اور گرمی ، روشنی اور تاریکی ۔ میٹھا اور کڑوا ۔ زہر اور تریاق ، اسی طرح اعمال اور عقائد میں جیسے ایمان اور کفر ، نیکی اور بھلائی ، تعمیر اور تخریب ، فرمانبرداری ، اتباع اور نافرمانی یا گناہ ایسے ہی ایک جوڑا دوسرے زاویے سے بھی اللہ تعالیٰ نے بنایا ہے مقصد اور غرض و انتفاع ان دونوں کی ایک ہے مگر درجے اور مقام کے اعتبار سے وہ دو چیزیں ہیں

دل کی زبان سے اللہ کا ذکر
جاری ہو جائے تو رحمتِ حق
اس دل کو اپنا گھر بنا لیتی ہے

یہ ہے شریعت اور طریقت ۔ دونوں کا مقصد رضائے الٰہی ، دین کا اتباع ، معرفت حق حاصل کرنا اور گناہوں نافرمانیوں سے توبہ اور پرہیز اختیار کرنا ہے ۔ جن امور حق اور دینی مسائل و عقائد کو شریعت دلائل اور



بزرگانِ دین اور اولیاء امت
کو محبوبیت کا مقام ذکرِ الٰہی
سے حاصل ہوا

براہین کے ساتھ سمجھاتی اور انسانی ذہن کو صراطِ مستقیم کی جانب راہنمائی کرتی ہے ۔ انہی امور کی صداقت و حقانیت اگر کشف کے ذریعہ حاصل ہو جائے تو اس کو طریقت کہا جاتا ہے ۔ حق الیقین کشف ہی سے حاصل ہوتا ہے جس سے انسان کا دل معمورۂ معرفت حق بن جاتا ہے ۔

ـــــ ہر مسلمان نے ـــــ

لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ
پڑھ کر اللہ تعالیٰ کے ساتھ
کسی کو شریک نہ کرنے اور
اس کے حبیب کی اتباع
کرنے کا عہد کیا ہے

ایک ہے کسی چیز کی صفات ، خصائل ، رنگ و صورت حجم اور مفادات معلوم کر کے اس کے بارے میں کوئی تصور قائم کرنا اس کا کوئی خاکہ ذہن میں بٹھا لینا اور ایک دوسرا مقام و مرتبہ علم کا یہ ہے کہ کسی چیز کو بذاتہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جائے ۔ ان دونوں نوعیتوں میں باہم بڑا فرق ہے ۔

محض شریعت اور شریعت مع الطریقت کے درمیان بھی ایسے ہی فرق اور امتیاز ہے یہ طریقت اور کشف کی نعمت جو ذریعہ ہے مشاہدہ حق اور حق الیقین

کے حصول کا ذکر اللہ سے نصیب ہوتی ہے ۔ ذکرِ الٰہی سے انسان کا دل پاک اور صاف ہو جاتا ہے ۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔

یعنی جیسے لوہے وغیرہ کو نمی اور تراوت پہنچنے سے زنگ لگ جاتا ہے ایسے ہی گناہوں اور معصیتوں سے انسان کا دل زنگ آلود ہو جاتا ہے ۔ اور دلوں کا زنگ ذکرِ الٰہی اور یادِ الٰہی سے اترتا ہے ۔ دل کی زبان سے ذاتِ حق تعالےٰ کا ذکر اور یاد جاری ہو جائے تو رحمتِ حق ۔ قلب انسانی کو اپنا مہبط اور گھر بنا لیتی ہے ۔ اللہ تعالےٰ نے ارشاد فرمایا ۔

فاذکرونی اذکرکم ۔

پس تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا ۔ جب انسان دنیا کی ہر چیز سے توجہ ہٹا کر اپنی جبینِ نیاز خدائے بے نیاز کے دروازے پر رکھ دے تو اللہ کی رحمتیں بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتی ہیں ۔ کوئی بچہ کسی سے مار کھا کر روتا بھاگتا اپنے کو بچانے کے لئے ماں کے پاس آ پہنچے تو ماں بچے کو سینے سے لگا لیتی ہے ۔ خالقِ کائینات سے بڑھ کر اپنے بندے سے پیار کرنے والا کون ہو گا ۔ اس کی ذات تو ارحم الراحمین سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم کرنے والی ہے ۔ یہ اس کی صفت رحمت ہی کے فیضان کا کمال تھا کہ اس نے سید الانبیاء خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعٰلمین کا تاجِ زریں پہنا کر انہیں دنیا میں مبعوث فرمایا ۔ اور ارشاد فرمایا ۔ قل اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰه اے پیغمبر ان لوگوں سے کہئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کا دعویٰ رکھتے ہو تو (میں اس کا حبیب ہوں) میری اتباع کرو ۔ پھر اللہ تم سے محبت کرے گا ۔ یہود و نصاریٰ مدعی تھے کہ نحن ابناءُ اللہ ۔ ہم اللہ کے بیٹے ہیں ۔ خدا ہم پر مہربان

خدائے ارحم الراحمین کی صفت

رحمت کا یہ کمالِ فیضان تھا

کہ اس نے حضور خاتم الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کے سر پر

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ

کا تاج زریں پہنا کر انہیں

—دنیا میں مبعوث فرمایا—

ہے ۔ وہ ہماری بات نہیں ٹالتا ۔ ہم سے پیار کرتا ہے جنت میں بھی ہمیں بھیجے گا ۔

افسوس کہ آج مسلمانوں میں بھی یہود و نصاریٰ کی طرح بدعمل اور اللہ تعالےٰ کی رحمتوں اور نعمتوں پر اجارہ داری کے دھوکہ باز دعویدار پیدا ہو گئے جو طلب جاہ اور جلب منفعت دنیوی کی خاطر مخلوقِ خدا کو گمراہ کرتے انہیں دینِ حق سے برگشتہ کرتے ۔ ارادی یا غیر ارادی طور پر مختلف طریقوں سے ان کو اپنی پرستش کے ڈھنگ سکھاتے اور ارباباً من دون اللہ بنے بیٹھے ہیں ۔ اللہ تعالےٰ مسلمانوں کو دین و شریعت کا فہم اور علم عطا فرمائے تاکہ وہ ایسے شعبدہ بازوں سے اپنے ایمانوں کو بچا سکیں ۔ یہ اپنے آپ کو آیت اللہ اور حجت اللہ کہلوانا اور بتانا بھی نحن ابناء اللہ کے دعووں کا چربہ ہے ۔

بہر حال ہم عبادُ اللہ یعنی اللہ کے بندے ہیں ۔

ہمارا تخلیقی اور ایمانی فریضہ ہے اپنے خالق و پالنہار رب غفار سے پیار کریں ۔ اس کے حکموں کو دل و جان سے پورا کریں ۔ اس کے محبوب نبیؐ کی سنتوں پر عمل کر کے اس کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں ۔ پھر وہ بھی ہم سے پیار کرے گا ۔ یحببکمُ اللہ (تمہیں اپنا محبوب بنا لے گا)

ذاکرین اللہ تعالیٰ کے محبوب بندے ہیں جن کا اس نے الذاکرون والذاکرات کہہ کر خود ذکر فرمایا ہے ۔ اللہ کا ذاکر اور محبوب بننے کا طریقہ اہل اللہ سکھاتے ہیں ۔ سب سے بڑے عزتوں والے ذاکر اور محبوب خدا ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے ۔ بزرگانِ دین اور اولیائے امت کو بھی مقامِ محبوبیت ذکرِ الٰہی سے نصیب ہوا ۔ حضرت سید علی ہجویریؒ ۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ اجمیری جیسے اولیاء امت کوئی نوع انسانی سے الگ مخلوق نہیں تھے ۔ ان کے بھی دو ہاتھ اور دو دو آنکھیں تھیں ۔ لیکن وہ ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے ۔ اس کی یاد میں رہتے اور حبیبؐ کبریا کی سنتِ مطہرہ کا پورا اتباع کرتے تھے ۔ اس کی برکت سے اللہ تعالےٰ نے انہیں بصیرت کی آنکھیں بھی عطا فرما دیں ۔ ان کا باطن روشن ہو گیا ۔ رحمتِ حق ان کے قلوب پر متوجہ ہوئی اور وہ مقبول و محبوب بارگاہِ الٰہی قرار پائے ۔ ان کی عظمتوں اور عزتوں کو اللہ تعالےٰ نے ہمیشہ کے لئے زندہ و جاوید بنا دیا ۔ اندرا گاندھی ۔ جیسی کافرہ اور مشرکہ عورت حضرت نظام الدین اولیاءؒ کے مزار پر جا کر منتیں مانتی ہے کہ آپ مجھے الیکشن میں کامیاب کرا دیں پھر میں یہ کروں گی ۔ وہ کروں گی ۔ مسلمان اور کافر ، موحد اور مشرک میں یہی فرق ہے کہ مسلمان اور موحد اندرا کی طرح بزرگانِ دین کے مزاروں پر جا کر ان سے دعا نہیں مانگتا ۔ ان کے نام کی منتیں نہیں مانتا ۔ وہ انہیں اللہ کے سچے پرستار ، حق نگر ، حق پرست اور نبی رحمت کے متبع اور کامل فرمانبردار سمجھتا ہے اور اپنی سب دعائیں منتیں اور نذر و نیاز اللہ ہی کی بارگاہِ جلال میں پیش کرتا ہے ۔ کیونکہ اس نے لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ پڑھ کر اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے اور اس کے حبیبؐ کی اتباع کرنیکا عہد کیا ہے ۔

محمدؐ کی غلامی ہے شرط آزاد ہونے کی
اسی میں ہو اگر خامی تو سب کچھ نامکمل ہے

نماز روزہ کی طرح ذکر کی کوئی متعین مقدار فرض نہیں ہے ۔ لیکن یہ رحمتوں کا خزانہ ہے جیسے ہر آدمی روٹیاں تو دو ہی یا تین کھاتا ہے مگر وہ ہزاروں اور لاکھوں روپیہ اپنی خوشحالی اور بہتر گذر بسر کے لئے محنت سے کماتا ہے ۔ اسی طرح ذکر کی کوئی متعینہ مقدار فرض تو نہیں ہے لیکن اگر کوئی چاہتا ہے کہ آخرت کے لئے اپنے اعمال نامے کو نیکیوں سے بھرے تو اسے چاہیئے کہ اللہ کا ذکر کرے ۔ پورے خشوع و خضوع کے ساتھ اپنے رب کو یاد کرے ۔ ذکرِ الٰہی سے معرفت حق حاصل ہوتی ہے ۔ کشفِ حق ہوتا ہے اور کشف و معرفت سے شریعت پر عمل کرنا انسان کی طبیعت ثانیہ بن جاتی ہے ۔ یعنی پھر انسان کا دل و دماغ وہی کچھ کہتا اور سوچتا ہے جو اللہ تعالےٰ حکم دیتے ہیں اور حضور اکرمؐ کی سنتِ مطہرہ بتاتی ہے ۔ اس لئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالےٰ کثرت سے اپنے ذکر کی ہمیں توفیق عطا فرمائے ۔ اور اس کی برکت سے دین اور سنتِ مطہرہ پر عمل کی توفیق دے ۔

اور گناہوں کو معاف فرمائے ۔ آمین



نظامِ افرنگ کے ہم پہلے بھی دشمن تھے آج بھی مخالف ہیں

ہم اسلام کی بالادستی اور مظلوموں، غریبوں کے حقوق کا تحفظ چاہتے ہیں

مغربی جمہوریت، شعلہ فشاں سیاست اور جذباتی نعرے

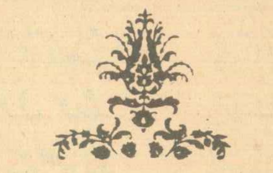
ملک و ملت کے حقوق اور مفادات کی حفاظت نہیں کر سکتے

جانشین شیخ التفسیر حضرت مولانا عبید اللہ انور دامت برکاتہم

الحمد للہ وکفیٰ وسلامٌ علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ امابعد اعوذ باللہ من الشیطٰن الرجیم ط بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ہ

ترجمہ:- اے ایمان والو! متقی بنو ڈرتے رہو اللہ سے جیسا کہ اس سے ڈرنے کا حق ہے اور نہیں موت نہ آئے مگر اس حال میں کہ تم مسلمان ہو۔

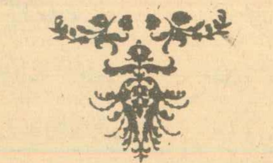
حضرات گرامی۔ تقویٰ، خوف الٰہی، اللہ کا ڈر جس کی برکت سے انسان گناہوں سے دور رہتا اور دینی احکام پر عمل پیرا ہونے کی کوشش کرتا ہے یہی انسان کے لیے ذریعہ نجات اور جنت کا



دنیا کی رسوائی

آخرت کی رسوائی

سے بہت ہلکی ہے



راستہ ہے، ایسے ہی خوش قسمت اور فرض شناس لوگوں کے لیے قرآن مجید فرقان حمید "ہدایت" ہے جو انہیں اللہ وحدہٗ لاشریک کی طرف بلاتا، صراط مستقیم پر چلنے کی رہنمائی کرتا اور اِدھر اُدھر مڑ کر ہدایت کی سیدھی راہ چھوڑنے سے روکتا ہے۔ متلاشیان صداقت اور تشنگان آب ہدیٰ قرآن کریم کے ذریعہ کچھ ہدایت حاصل کرتے ہیں اس لیے فرمایا گیا هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ (یہ ایک ایسی منفرد کتاب ہے جو ہدایت ہے متقیوں کے لیے) اور جہاں تک اعدائے حق اور دشمنان دین و شریعت کا تعلق ہے وہ تو قرآن کی دعوت حق اور حضور اکرمؐ کے پیغام ہدایت کی مخالفت کے باعث اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے محروم اور راندۂ بارگاہ الٰہی قرار پاتے ہیں۔

یہ متقی، اللہ تعالےٰ سے ڈرنے والے اس کی طرف رجوع کرنے والے کون لوگ ہیں ان کی پہچان اور خصوصیات بھی خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرما دیں کہ

اَلَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ......

یعنی متقی وہ لوگ ہیں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی بتلائی ہوئی ان دیکھی حقیقتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔ جنت انہوں نے نہیں دیکھی مگر اس کے لیے شوق وطلب ان کے دلوں میں موجزن ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول نے جنت کے وجود کی خبر دی اور اس کو حاصل کرنے کے لیے کوشش کرنے کا اور نیکو کاری کا حکم دیا ہے وہ جہنم کے عذاب سے بچنے کے لیے اللہ تعالےٰ کی نافرمانیوں اور گناہوں سے دور بھاگتے ہیں حالانکہ انہوں نے دوزخ کو کبھی نہیں دیکھا اسی طرح وہ قیامت اور روز جزا کے قائم ہونے پر ایمان رکھتے ہیں کیونکہ اللہ کی کتاب اور اللہ کے نبی نے یوم القیامۃ کے آنے کی خبر دی ہے۔ اہلِ تقویٰ اور صاحب ایمان لوگوں کا عقیدہ ہے کہ ہمارے کان سننے میں غلطی کر سکتے ہیں آنکھیں دیکھنے میں دھوکا کھا سکتی ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کی فرمائی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی کیونکہ؛

مصطفیٰؐ ہرگز نہ گفتہ تا نہ گفتہ جبرئیل
جبرئیلش ہم نہ گفتہ تا نہ گفتہ کردگار

یعنی حبیب کبریا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی کوئی بات اس وقت تک نہیں فرمائی جب تک جبرائیل نہیں آئے اور جبرائیل تو پیغام رساں من اللہ تعالیٰ الیٰ رسولہ ہیں انہوں نے کوئی بات نہیں پہنچائی جب تک اس کے پہنچانے کا انہیں پروردگار عالم نے حکم نہیں دیا۔ متقین (اللہ سے ڈرنے والوں) کی دوسری نشانیاں قرآن کریم میں یہ بیان کی گئی ہیں کہ نماز قائم کرتے ہیں اور ان کو جو ہم نے رزق دیا ہے اس میں سے راہ خدا میں خرچ کرتے ہیں۔ جو کچھ حضور خاتم الانبیاءؐ پر اور آپ سے پہلے سب نبیوں پر نازل کیا گیا اس پر ان کا کامل ایمان ہے آخرت کو یقینی جانتے ہیں۔ اللہ کی طرف سے نازل کردہ ہدایت پر یہی لوگ ہیں اور یہی فلاح پائیں گے۔ اس سے آپ اندازہ فرمائیں کہ تقویٰ اور اللہ کا ڈر آدمی کو کیسا بہترین انسان بناتا ہے ایسا بہترین اور باعظمت انسان کہ جو اللہ کی بنائی ہوئی جنتوں میں رہے گا۔

ہمارے کان سننے میں غلطی کر سکتے ہیں، آنکھیں دیکھنے میں دھوکہ کھا سکتی ہیں۔
مگر اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی بات غلط نہیں ہو سکتی ہے
مصطفیٰ ہرگز نہ گفتہ تا نہ گفتہ جبرائیلؑ
جبرائیلش ہم نہ گفتہ تا نہ گفتہ کردگار

سب سے بڑے متقی، امام المتقین اور اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپؐ نے زندگی بھر اللہ تعالیٰ کے تمام احکام کی پابندی کی دین کی خدمت کی اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو اللہ ہی کی بندگی اور عبادت کی راہ پر چلنے کا حکم فرماتے رہے۔ کبھی کسی پر ظلم کیا نہ کسی کو ستایا مگر اس کے باوجود آپؐ کی حیات طیبہ کے آخری دنوں کا یہ واقعہ کتب احادیث

ہیں منقول ہے، مجمع الزوائد میں تفصیل سے ایک حدیث مرقوم ہے ایک صحابی حضرت فضل بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہُوا تو آپؐ کو بخار تھا اور آپؐ نے سر مبارک پر پٹی باندھی ہوئی تھی (غالباً شدتِ درد



عمرؓ میرے ساتھ ہے

مَیں عمرؓ کے ساتھ ہوں

میرے بعد وہ جدھر

بھی جائیں حق اُن

کے ساتھ ہے۔

— ارشاد نبویؐ —



کم کرنے کے لیے) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میرا ہاتھ پکڑ لو۔ میں نے آپؐ کا دست اقدس تھاما اور آپؐ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر جلوہ افروز ہوکر مجھے حکم فرمایا کہ آواز دے کر لوگوں کو بلا لاؤ جانثاران پیغمبر حضرات صحابہ کرامؓ مسجد میں جمع ہو گئے تو آپؐ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا پاکی اور بزرگی بیان کرنے کے بعد ارشاد فرمایا میرا تم لوگوں سے رخصت ہو جانے کا وقت قریب آپہنچا ہے اس لیے جس کی کمر پر میں نے مارا ہو تو میری کمر موجود ہے، بدلہ لے لے، اور جس کسی کی عزت و آبرو پر میں نے حملہ کیا ہو میری آبرو سے بدلہ لے لے، اور کسی کا مجھ پر کوئی مالی مطالبہ ہو وہ مال سے بدلہ لے لے کوئی شخص یہ شبہ نہ کرے کہ مجھے اس بدلہ لینے والے شخص سے بغض ہو جائے گا کیونکہ بغض رکھنا نہ میری عادت ہے اور میرے لائق شان، خوب سمجھ لو! کہ مجھے وہ شخص بہت محبوب ہے جو اپنا حق مجھ سے وصول کرلے یا معاف کر دے تاکہ میں اللہ جل شانہ، کے حضور اطمینان قلب اور بشاشت نفس کے ساتھ جاؤں۔ میں اپنے اس اعلان کو ایک مرتبہ کہہ دینا کافی نہیں سمجھتا میں پھر اس کا اعلان کروں گا۔ چنانچہ حضور رسالت مآبؐ اس کے بعد منبر سے نیچے تشریف لے آئے نماز ظہر ادا فرمانے کے بعد دوبارہ منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور وہی اعلان فرمایا اور بدلہ لینے والے کے بارے میں اپنے دل میں بغض پیدا نہ ہونے اور بغض کو اپنے شایان شان نہ ہونے کا بھی دوبارہ بیان فرمایا اور یہ بھی ارشاد فرمایا کہ جس کے ذمہ کوئی حق ہو وہ بھی ادا کردے، دنیا کی رسوائی کا خیال نہ کرے کیونکہ دنیا کی ذلت و رسوائی آخرت کی شرمندگی اور ذلت و رسوائی سے بہت کم ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تکمیل کون نہ کرتا پھر جبکہ رحمت دو عالمؐ نے اپنی پسند یہ بنا دی ہو کہ بدلہ لے لو

رحمتِ دو عالمؐ

نے فرمایا

بدلہ لینے والا کوئی شخص

یہ خوف نہ رکھے کہ مجھے

اس سے بُغض ہوجائیگا

بُغض رکھنا نہ میری عادت

ہے اور نہ میرے

لائق شان

یا معاف کر دو۔ یہ تقویٰ اور خشیت الٰہی کہ حقوق العباد کا فکر آخری وقت میں بھی دامنگیر ہے اور آپؐ بار بار اعلان فرما رہے ہیں کہ جس کا جو حق ہو آج لے لے اور جس نے جو لیا ہے آج دے

دے کل قیامت کے روز خدائے جبار و قہار کی عدالت میں اور پوری نوع انسانی کے سامنے شرمندہ اور رسوا ہونے کے بجائے آج اپنے قصور کا اعتراف اور غلطی کا اقرار کرکے حق ادا کر دینا بہت آسان ہے۔ یہ وہ تعلیم ہے جو سید الانبیاءؐ نے اپنی امت کو دی ہے کہ دنیا کی زندگی ختم ہونے سے پہلے دنیا کے تمام معاملات سمیٹ لو۔ حقوق اللہ یوں ادا کرو کہ دن کی پانچوں نمازوں میں سے ہر نماز اپنی زندگی کی آخری نماز سمجھ کر پورے خشوع و خضوع کے ساتھ ادا کرو اور حقوق العباد سے یوں بری الذمہ ہو جاؤ کہ علی الاعلان بر سر عام کہہ دو کہ جس کا جو حق ہے آج وصول کرلے یا معاف کردے۔

حضرات گرامی! حضور رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے بعد ایک شخص مجمع میں سے اٹھا اور اس نے عرض کیا کہ اللہ کے رسولؐ میرے تین درہم آپؐ کے ذمہ واجب الادا ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا میں کسی مطالبہ کرنے والے کی نہ تکذیب کرتا ہوں اور نہ ہی اسے قسم دیتا ہوں مگر اتنا پوچھ لینا ضروری سمجھتا ہوں کہ کون سے درہم ہیں (یعنی میں نے کب اور کہاں لیے تھے) اس شخص نے عرض کیا کہ ایک مرتبہ ایک سائل آپؐ کی خدمت میں حاضر ہُوا تھا تو آپؐ نے مجھے ارشاد فرمایا تھا کہ اس کو تین درہم دے دو۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فضل بن عباسؓ کو حکم فرمایا کہ اس شخص کو تین درہم ادا کر دو۔ پھر

متقین

جنت انہوں نے دیکھی

نہیں مگر اس کا شوق

اور طلب ان کے

دلوں میں موجزن ہے

کیونکہ جنت موجود ہونے

کی خبر اللہ اور اس کے

رسولؐ نے دی ہے۔ اور

اس کے حصول کے لئے

نیک اعمال کا حکم دیا ہے

ایک اور شخص اُٹھا اس نے عرض کیا کہ میرے ذمہ تین درہم بیت المال کے ہیں میں نے خیانت سے لیے تھے، رحمت للعٰلمین نے دریافت فرمایا خیانت کیوں کی تھی؟ عرض کیا میں اس وقت بہت محتاج تھا (یعنی اتنا محتاج کہ ان کے پاس تین درہم بھی نہ تھے) آپؐ نے حضرت فضل بن عباسؓ سے فرمایا ان سے تین درہم وصول کرلو۔ اندازہ فرمائیں کہ سیرت نبویؐ کے ان واقعات میں امت کو خوف الٰہی ایمان آخرت اور اخلاق و کردار کی کس قدر اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر ارشاد فرمایا کہ جس شخص کو اپنی کسی حالت کا فکر اور اندیشہ ہو وہ بھی ابھی دعا کرا لے آپؐ کے اس ارشاد پر ایک اور صاحب اٹھے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، بہت سونے کا مریض ہوں۔ آپؐ نے دعا فرمائی یا اللہ اسے سچائی عطا فرما ایمان کامل دے اور نیند کے مرض سے شفا عطا فرما۔ پھر اللہ سے ڈرنے والے اور اپنے ایمان کی فکر رکھنے والے ایک اور شخص نے کھڑے ہو کر بارگاہ رسالت میں عرض کیا۔ میں جھوٹا ہوں، منافق ہوں، کوئی گناہ ایسا نہیں جو کیا نہ ہو، حضرت عمرؓ نے انہیں روکا اور تنبیہہ فرمائی کہ اپنے گناہوں کو پھیلاتے اور لوگوں میں ان کی تشہیر کیوں کرتے ہو (یعنی معاملہ تو تمہارا اور اللہ تعالیٰ کا ہے) رحمت کائنات ہادیٔ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "عمرؓ چپ رہو دنیا کی رسوائی آخرت کی رسوائی سے بہت ہلکی ہے"۔ آپؐ نے اس مومن اور اللہ تعالیٰ کی عدالت میں

حاضری کا ڈر رکھنے والے شخص کے لیے بھی دعا فرمائی ہے یا اللہ اسے سچائی اور ایمان کامل نصیب فرما اور اس کے احوال کو بہتر فرما دے۔ حضرت فضل بن عباسؓ کہتے ہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ نے لوگوں سے مخاطب ہو کر کچھ گفتگو فرمائی جس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" عمرؓ میرے ساتھ ہیں اور میں عمرؓ کے ساتھ ہوں میرے بعد وہ جدھر بھی جائیں حق عمرؓ کے ساتھ ہے۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں بزدل ہوں، زیادہ سونے کا مریض ہوں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی دعا فرمائی۔ صحابہ کہتے ہیں کہ حضورؐ کی دعا کے بعد ہم دیکھتے تھے کہ ان کی طرح کوئی بہادر نہ تھا۔ اس کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم ام المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کے مکان پر تشریف لے گئے اور اسی طرح عورتوں کے مجمع میں بھی اعلان فرمایا وہی باتیں ارشاد فرمائیں جو مردوں میں کہہ کر آئے تھے عورتوں میں سے ایک صحابیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے اپنے باتونی ہونے اور زبان سے مجبور ہونے کا ذکر کیا تو آپؐ نے اس کے لیے دعا فرمائی۔

اس واقعہ میں یہ بات ملحوظ رہنی چاہیے کہ محسنِ انسانیت مربی اعظمؐ کے صحابہؓ کا اپنے ایمان واعمال کے بارے میں اس قدر فکر مند ہونا اپنے لیے حضورؐ سے دعا کرانا ہی ان کی عظمت شان اور کامل الایمان ہونے کی دلیل ہے۔ حضورؐ کے صحابہؓ ایمان اور اتباع سنت نبوی اور عشق رسالت میں مخلص اور کامل ہونے کے باوجود اپنے کو کچھ نہیں سمجھتے تھے اور آج شیدہ باز بدعتی اور دین پر ظلم ڈھانے والے لوگ جو ایمان وعمل کے اعتبار سے کچھ نہیں ہیں وہ اپنے کو سب کچھ سمجھتے اور جنت کا اجارہ دار بتلاتے ہیں یہ فرق ہے خیر القرون عہد نبوی اور دَور پرفتن عہد حاضر کا۔

دوسری بات سیرت نبوی کے اس واقعہ سے یہ ثابت ہوئی کہ اخلاص نیت کے ساتھ جب کوئی دُعا کے لیے کہے تو اس کے لیے دعا کرنا سنت نبوی ہے قبول کرنے والا اللہ تعالیٰ ہے۔

تیسرے یہ بھی معلوم ہوا کہ حقوق العباد کے معاملہ میں لاپرواہی اور غفلت کی قطعاً گنجائش نہیں تقوٰی یہی ہے کہ جو پائی پیسہ کسی کا اپنے ذمہ ہے اسے ادا کرے یا معاف کرائے۔ نماز روزہ حج اور نوافل کی وجہ سے کوئی شخص حقوق العباد کی ادائیگی سے بری الذمہ نہیں ہو سکتا۔ جو مرنے والا مقروض ہو جب تک اس کا قرض ادا نہ ہو جائے حضورؐ خود اس کی نماز جنازہ نہ پڑھاتے تھے۔

چوتھے یہ بھی ثابت ہوا کہ قائد اور سربراہ یا جو آدمی جتنے لوگوں کو جمع کرکے یا ذاتی طور پر حل کرا اپنا حساب کتاب چکانے اور اپنے ذمہ ان کا حق انہیں وصول کر لینے کا کہہ سکتا ہے ان سے کہے اور اس بارے میں شرمندگی محسوس نہ کرے بلکہ سنتِ نبوی کی اتباع پر خوش ہو چونکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عدل وانصاف اور اخلاق شریعت کے تقاضے پورے کرنے کے لیے اپنی ذات اقدس کو صحابہؓ کے سامنے پیش فرما دیا تھا اور فرمایا تھا کہ جس کا جو کچھ میرے ذمہ ہے وصول کرلے۔ اسی لیے عہد فاروقی میں جب گورنروں اور عاملوں کو عامۃ الناس کی شکایات پر برسرعام سزا دی گئی اور بعض لوگوں نے کہا کہ سیاستاً یہ طریقہ مصلحت کے خلاف ہے کہ حکام کو لوگوں کے مجمع میں سزا دی جائے انہیں کوڑے لگائے جائیں اس سے لوگوں پر حکام اور افسران کا رعب باقی نہ رہے گا۔ تو امیر المؤمنین حضرت عمرؓ نے فرمایا میں نے دیکھا ہے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات اقدس کو لوگوں کے سامنے بدلہ کے لیے پیش کر دیا تھا۔ اس لیے میں کسی بڑے سے بڑے حاکم کو بھی یہ رعایت نہ دوں گا کہ وہ غلطی کا ارتکاب تو برسر عام کرے اور سزا اسے چھپا کر دی جائے۔ خود حضرت عمرؓ نے اپنی ذات کو مافوق الناس

(باقی ۲۷ پر)

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

حضرت لاہوریؒ کے ارشاداتِ عالیہ کا مسلسل انتخاب

مرنے والوں میں
خوش نصیب کون ہے اور بدنصیب کون؟

برادرانِ اسلام! قرآن مجید اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کی روشنی میں یہ چیز عرض کرنا چاہتا ہوں کہ اگرچہ موت تو ہر انسان پر آنے والی ہے۔ البتہ مرنے والوں کے انجام میں فرق ضرور ہوتا ہے۔ بعض خوش نصیب ہوتے ہیں بعض بدنصیب۔ اور یہ دونوں چیزیں دراصل انسان کی گذشتہ زندگی کا نتیجہ ہوتی ہیں۔

آج میں نے جو عنوان تجویز کیا ہے ممکن ہے کہ اسے پڑھ کر بعض ایسے آدمی، جن کا اپنی بدعملی کے باعث انجام بد ہونے والا تھا وہ ڈر جائیں۔ اور اپنی اصلاح کرلیں۔ ممکن ہے کہ اللہ تعالےٰ ان کے سابقہ گناہ معاف فرماوے اور آئندہ کی ہوئی نیکیاں قبول فرمائے اور وہ انجام کے لحاظ سے خوش نصیب ہو جائیں۔ یہ کانٹا دنیا میں اللہ کے فضل سے بدلا جا سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ التائبُ من الذنب کمن لا ذنب له او کما قال۔

ترجمہ: گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح پاک ہو جاتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہیں تھا۔

تائیدِ الٰہی

"قل یٰعبادی الذین... تا ان یاتیکم العذاب ثمّ لا تنصرون (سورۃ الزمر رکوع ۶ پارہ ۲۴)

ترجمہ: کہہ دو، اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہوں۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دے گا بیشک وہ بخشنے والا رحم والا ہے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو۔ اور اس کا حکم مانو اس سے پہلے کہ تم پر عذاب آئے پھر تمہیں مدد بھی نہ مل سکے۔

حاصل

ان آیات سے بالکل صاف طور پر یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ اللہ تعالےٰ گنہگاروں سے فرما رہے ہیں۔ بیشک اللہ تعالےٰ سب گناہوں کو بخش دے گا۔ بیشک وہ بخشنے والا ہے اور اپنے رب کی طرف رجوع کرو اور حکم مانو۔ گناہوں سے رجوع کرکے

حکم ماننے کا موقع تو دنیا کی زندگی ہی میں ہو سکتا ہے۔ موت کے بعد تو یہ موقع ہاتھ آنے والا نہیں ہے۔

موت سر پر آکھڑی ہو تو پھر توبہ قبول نہیں ہوسکتی

اللہ جلشانہٗ کا اعلان ملاحظہ ہو:۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِينَ يَعْمَلُونَ السَّيِّئَاتِ حَتَّىٰ إِذَا حَضَرَ أَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ إِنِّي تُبْتُ الْآنَ وَلَا الَّذِينَ يَمُوتُونَ وَهُمْ كُفَّارٌ أُولَٰئِكَ أَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا أَلِيمًا ○

سورۃ نساء ع ۳ - پ ۴ -

ترجمہ: اور ان لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہے جو برے کام کرتے رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت کا وقت قریب آجاتا ہے اس وقت کہتا ہے اب میں توبہ کرتا ہوں اور اس طرح ان لوگوں کی توبہ بھی قبول نہیں ہے جو کفر کی حالت میں مرتے ہیں ان کے لئے ہم نے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔

موت والوں کا ذکر

مثال

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا ۔ ۔ ۔ ۔ تا نزلا من غفور الرحیم ○

(سورہ حٰم ع ۴ پ ۲۴)

ترجمہ: "بے شک جنہوں نے کہا تھا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر اس پر قائم رہے ان پر فرشتے اتریں گے کہ تم خوف نہ کرو اور غم نہ کرو اور جنت میں خوش رہو۔ جس کا تم سے وعدہ کیا جاتا تھا۔ ہم تمہارے دنیا میں بھی دوست تھے اور آخرت میں بھی۔ اور بہشت میں تمہارے لئے ہر چیز موجود ہے۔ جس کو تمہارا دل چاہے اور جو تم وہاں مانگو گے ملے گا بخشنے والے نہایت رحم کرنے والے کی جانب سے مہمانی ہے۔"

تینوں نعمتوں کا سبب

ان خوش نصیب انسانوں کو مرنے کے بعد تین نعمتیں نصیب ہوتی ہیں:۔

(۱) کوئی خوف نہ کرو (۲) کوئی غم نہ کرو (۳) بہشت میں خوش ہو کر رہو۔ ان تینوں نعمتوں کا سبب بھی اسی آیت میں مذکور ہے اور وہ دو چیزیں ہیں پہلی انہوں نے یہ اقرار کیا تھا کہ ہماری ہر حاجت کا پورا کرنے والا ایک ہے۔ خواہ جسمانی ہوں یا روحانی، بچپن کی تھیں یا جوانی کی یا بڑھاپے کی صحت کی حالت کی تھیں یا بیماری کی حالت کی مجرد زندگی کے وقت کی تھیں یا متاہل (شادی ہونے کے بعد) زندگی کی تھیں، اندرون خانہ پیش آنے والی تھیں یا بیرون خانہ پیش آنے والی تھیں۔ برادری کے تعلقات کے متعلق تھیں یا غیر برادری کے تعلقات کے متعلق۔ دوستوں سے نباہ کے متعلق تھیں یا دشمنوں سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق کسی شادی کے موقع سے تھیں یا غمی کے موقع سے عہدہ برآ ہونے کے متعلق تھیں۔ اولاد کی تربیت کے متعلق تھیں یا بیویوں سے نباہ کے متعلق یا برادری سے

(باقی ۲ پر)

یاد رفتگاں

آہ! مولانا عبدالحلیم قاسمی

قاری محمد امین

گزشتہ دنوں حضرت مولانا عبدالحلیم قاسمی داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مرحوم ملک کے نامور و جیّد علماء میں شمار ہوتے تھے۔ موت العالِم موت العالَم۔ کے مصداق اب ان کا بدل ملنا مشکل ہے۔ مرحوم دارالعلوم دیوبند کے فارغ تھے۔ دارالعلوم دیوبند سے فارغ ہو کر جب آپ لاہور تشریف لائے اس وقت توحید کا مسئلہ بیان کرنا بڑا مشکل کام تھا۔ اس زمانے میں جو عالم مسئلہ توحید بیان کرتا اسے طنزاً وہابی کہا جاتا۔ چنانچہ لاہور میں سب سے پہلے امام الاولیاء حضرت مولانا احمد علی رحمۃ اللہ علیہ نے مسئلہ توحید بیان کیا۔ مولانا عبدالحلیم مرحوم نے حضرت کی دعاؤں اور روحانی توجہ سے مسئلہ توحید کو ببانگ دہل بیان کیا۔

چنانچہ آپ کی کوششوں سے شیخ القرآن مولانا غلام اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ و خطیب اسلام سید عنایت اللہ شاہ صاحب بخاری جو اب بھی بقیدِ حیات ہیں لاہور آکر توحید باری تعالے وضاحت سے بیان کرتے۔

مرحوم نے اپنی ساری زندگی اشاعتِ توحید کے لئے وقف کر دی تھی۔ آپ کا عظیم کارنامہ یہ ہے کہ گلبرگ جیسی فیشن ایبل آبادی میں مساجد و مدارس کا جال بچھا دیا۔ جہاں رات دن دین کی خدمت ہو رہی ہے۔

آپ کے دونوں صاحبزادگان حافظ حسین احمد قاسمی و قاری محمود الحسن قاسمی جامع عالم اور آپ کے صحیح جانشین ہیں۔ اور مرحوم کے مشن کو جاری رکھے ہوئے ہیں۔

خداوند تعالے مرحوم کے دونوں صاحبزادگان کو استقامت بخشے اور صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

صد ۲ سے آگے

ہیں ساری دنیا کے انسان اس سے کٹ جائیں تو انہیں اتنا بھی احساس نہیں ہوتا جتنا کہ بدن پر بیٹھے ہوئے مچھر کے اڑ جانے سے ہو سکتا ہے۔ وذالک فضل اللہ یؤتیہ من یشاء واللہ ذوالفضل العظیم ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ اللھم اجعلنا منھم بفضلک ومنک۔

موت اور میّت کے بارے میں

بدعات اور غلط رسمیں

از: انتظار حسین اسعد قادری

قسط (۴)

عذرِ شرعی کے باوجود تیمّم نہ کرنا

بعض مریض یہ بے احتیاطی کرتے ہیں کہ خواہ کیسا ہی مرض بڑھ جائے، جان نکل جائے مگر تیمّم جانتے ہی نہیں، مرجائیں گے مگر وضو ہی کریں گے یہ بھی غلو (انتہا پسندی) اور در پردہ حق تعالیٰ شانہٗ کی عطا کردہ سہولت کو قبول نہ کرنا ہے جو سخت گستاخی اور بے ادبی ہے۔ جس طرح وضو حق تعالیٰ کا حکم ہے۔ تیمم بھی انہیں کا حکم ہے۔ بندہ کا کام حکم ماننا ہے نہ کہ دل کی چاہت و صفائی کو دیکھنا۔ بندگی تو اسی کا نام ہے کہ جس وقت جو حکم ہو جان و دل سے اطاعت کرے

بلاضرورت مریض کا ستر دیکھنا

ایک کوتاہی عام طور پر یہ ہو رہی ہے کہ بیمار کا ستر (وہ اعضاء جن کو چھپانا شرعًا واجب ہے) چھپانے کا کوئی اہتمام نہیں کیا جاتا۔ زانو نکل گیا تو کوئی پرواہ نہیں، ران کھُل گئی تو کچھ خیال نہیں۔ مریض اگر تکلیف کی شدّت سے اس کا خیال نہ رکھ سکے تو اوپر والوں کو اس کا پورا خیال رکھنا لازم ہے بلاضرورت اس کا ستر دیکھنا جائز نہیں ایک کوتاہی اکثر یہ ہوتی ہے کہ مریض کو مثلاً انجکشن لگوانے یا آپریشن یا مرہم پٹی کروانے یا معالج کو مرض کی جگہ دکھلانے کی ضرورت پیش آئے تو اس کا خیال نہیں رکھا جاتا کہ جتنا بدن کھولنے کی ضرورت ہے صرف اتنا ہی کھلے اور صرف ان لوگوں کے سامنے کھلے جن کا تعلق علاج معالجہ سے ہے بے دھڑک معالج اور غیر معالج سب کے سامنے بدن کھول دیا جاتا ہے۔ حالانکہ غیر متعلقہ حضرات کو مریض کے ستر کا حصّہ دیکھنا جائز نہیں۔ اس میں بہت ہی زیادہ غفلت ہے۔ اس کا بہت خیال رکھیں۔ مریض مرد ہو یا عورت معالج کو بقدرِ ضرورت ان کا بدن دیکھنا جائز ہے لیکن دوسرے حاضرین کو ان کے ستر کا حصّہ دیکھنا جائز نہیں۔ وہاں سے ہٹ جانا یا آنکھیں بند کر لینا یا منہ پھیر لینا واجب ہے۔

> جو شخص کسی بدعتی کے پاس گیا اور اس کی تعظیم کی تو گویا اس نے اسلام ڈھانے میں اس کی مدد کی۔
>
> (حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا)

ناپاک اور حرام دوا استعمال کرنا

ایک کوتاہی یہ عام ہو رہی ہے کہ بیمار کے علاج معالجہ میں پاک و ناپاک اور حلال و حرام دوا کا کچھ خیال ہی نہیں کیا جاتا بلاتحقیق اور بلاشدید ضرورت کے حرام وغیرہ دوائیں پلا دی جاتی ہیں۔

دعا کی طرف توجہ نہ دینا

ایک کوتاہی یہ ہے کہ مریض کی دوا دارو، علاج معالجے اور دیگر تمام تدابیر اختیار کی جاتی ہیں، پیسہ پانی کی طرح بہایا جاتا ہے لیکن دعا کا اہتمام نہیں کرتے بلکہ اس کا خیال ہی نہیں آتا۔ حالانکہ یہ دعا، منصوص عظیم ترین تدبیر ہے اور اس کی توفیق نہ ہونا سخت محرومی کی بات ہے مریض کو اگر ہو سکے تو خود دعا کرنی چاہئے کیونکہ حالتِ مرض میں دعا قبول ہوتی ہے (ورنہ اوپر والوں کو اور اعزہ واقارب کو) پوری توجہ اور دھیان سے دعا کرنی چاہئے۔ گھر کے ایک فرد کا بیمار ہونا اور تمام اہل خانہ کا پریشان ہونا خود اللہ تعالےٰ کی طرف توجہ دلا رہا ہے اور ایمان کا تقاضہ بھی یہ ہے کہ اپنے خالق و مالک کی طرف توجہ کی جائے اور اسی سے مدد مانگی جائے اور صحت و عافیت کی دعا کی جائے۔

دعا کا غلط طریقہ

ایک کوتاہی یہ ہے کہ بعض لوگ دعا میں شرعی حدود کو ملحوظ نہیں رکھتے۔ شکایت کے انداز میں دعا کرنے لگتے ہیں۔ مثلاً یوں دعا کرتے ہیں اے اللہ! کیا ہوگا؟ بس میں تو بالکل ہی تباہ ہو جاؤں گا یا تباہ ہو جاؤں گی یہ بچے کس پر ڈالوں گی؟ میرے بعد ان کا کون ہوگا۔ خدایا! ایسا نہ کیجیو، بس جی میرا تو کہیں بھی ٹھکانہ نہ رہے گا وغیرہ۔ گویا شکایت الگ کی جاتی ہے اور مشورہ الگ دیا جاتا ہے استغفر اللہ، کیا اللہ تعالےٰ کے یہی آداب ہیں۔ اسی کا نام عظمت ہے؟ دعا ہمیشہ ایک عاجز غلام کی طرح کرنی چاہیئے اس کے بعد خدائے پاک جو فیصلہ فرمائیں اس پر راضی رہنا واجب ہے۔

صدقہ کے متعلق کوتاہیاں

مریض یا اس کے متعلقین صدقہ کرنے میں ایک غلطی یہ کرتے ہیں کہ کسی بزرگ مرحوم کے نام کا کھانا پکوا کر تقسیم کرتے ہیں یا کھلاتے ہیں۔ اور اس میں ان کا یہ اعتقاد ہوتا ہے کہ وہ بزرگ خوش ہو کر کچھ سہارا لگا دیں گے۔ یہ عقیدہ شرک ہے۔ بعض لوگ بجائے مدد کے ان کی دعا کا یقین رکھتے ہیں اور یہی اس طرح ان کی دعا رد نہیں ہو سکتی۔ ایسا اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

بعض لوگ کھانا، گندم، آٹا اور روپیہ پیسہ مریض کے پاس رکھ دیتے ہیں اور مریض کے چاروں طرف تین یا پانچ یا سات مرتبہ گھما کر اور مریض

کا ہاتھ لگوا کہ خیرات کرتے ہیں اس میں بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ ایسا کرنے سے مریض کی بیماری اور بلائیں اس شے میں منتقل ہو کر خیرات کرنے سے سب چلی جاتی ہیں یہ اعتقاد بھی خلافِ شرع ہے۔

بعض لوگوں نے صدقہ کے لئے خاص خاص چیزیں مقرر کر رکھی ہیں جیسے ماش، تیل اور پیسے جن میں امر مشترک سیاہ رنگ کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ گویا بلا کو کالی سمجھ کر اس کو دور کرنے کے لئے بھی کالی چیزیں منتخب کی گئی ہیں۔ یہ سب من گھڑت باتیں ہیں اور خلاف شرع ہیں۔ شرعاً مطلق صدقہ دافع بلا ہے کوئی خاص شئے یا خاص رنگ بالکل طے نہیں ہے۔ بعض لوگ صدقہ میں گوشت وغیرہ چیلوں کو دینا ضروری خیال کرتے ہیں یہ بھی غلط ہے شرع نے صدقہ کا مصرف مقرر کر دیا ہے چنانچہ مسلمان مسکین اس کا بہترین مصرف ہیں چیلیں اس کا مصرف نہیں۔

وصیّت خلافِ شرع کرنا

بعض مرتبہ مریض اپنے بعد کے لئے خلاف شرع وصیت کرتا ہے۔ لیکن دوسرے اس کو بالکل تنبیہ نہیں کرتے کہ جن سے اس کی اصلاح ہو جائے۔ اور ناجائز وصیت سے باز رہے یا پھر جائز وصیت کرے۔

بعض دفعہ دوسرے لوگ مریض کو خلافِ شرع وصیّتوں کی رائے اور ترغیب دیتے ہیں۔ مثلاً اپنے تہائی سے زیادہ مال کی وصیّت یا کسی وارث کے حق میں وصیت یا کسی جائز وارث کے محروم کرنے کی وصیّت یا تیجہ، دسواں، چالیسواں کرنے یا قبر میں عہد نامہ رکھنے کی وصیّت کرنا وغیرہ یہ سب شرع کے خلاف ہیں ان کی ترغیب دینا بھی جائز نہیں۔ بلکہ اگر مریض خود ہی ان کی وصیت کرنے لگے تو دوسروں کو اسے منع کر دینا چاہیئے بالفرض مریض ایسی وصیتوں سے باز نہ آئے تو ایسی خلافِ شرع وصیّت لازم نہیں ہوتی — بلکہ بعض پر تو عمل جائز بھی نہیں۔ تفصیل پچھلے باب میں وصیت کے بیان میں آ چکی ہے۔

(جاری ہے)

اُمّتِ اسلامیہ پر صدیقی رضؓ احسانات

تحریر محمّد الیاس نزد عباسی سکول، محلہ صادق آباد — راولپنڈی

سیّدنا صدیق اکبرؓ فی الحقیقت اُمتِ محمدیہ کی وہ جلیل القدر اور عالی المرتبت شخصیّت تھے۔ جنہیں کائناتِ ارضی وسماوی کے اعلیٰ ترین انسان، انتہائی بلند مرتبت ہستی، خالقِ کائنات کے بعد سب سے احسن واکمل شخصیت حضرت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا جانشین ہونے کا شرف حاصل ہے۔ وہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کے معتمد خاص، نائب اور رفیقِ اعظم تھے، اُن کے شرف وکمالات پر قرآن ناطق ہے۔ قرآن پاک میں واضح الفاظ میں اُنہیں "ثانی اثنین" کہہ کر اُن کے نائب الرسول ہونے کا اعلان کیا گیا۔ اور یہ تو اہلِ عقل ودانش کے لیے عام فہم بات ہے کہ جب کوئی انسان کوئی نیا نظریہ، نیا فلسفۂ حیات لے کر اُٹھتا ہے تو ایک آدمی اُس کی تصدیق کرتا ہے۔ وہ منصب صداقت پر فائز سمجھا جاتا ہے۔ جو دعویٰ پیش کرنے والے کے بعد سب سے اہم محترم شخصیت ہوتی ہے۔ یہی حالت اُمتِ محمدیہ کے صدیق کی ہے۔ چونکہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پیغمبرِ اعظم ہیں۔ اس لیے اُن کے صدیق بھی صدیقِ اکبر کہلائے۔ عاقل وبالغ اور آزاد مردوں میں سب سے پہلے ندائے پیغمبریؐ پر لبیک کہنا اسرائے نبویؐ کی بے چون وچرا تصدیق کرنا، سفرِ ہجرت میں ساتھ رہنا، حجۃ الوداع کے موقع پر اُن کا امیرِ حج مقرر کیا جانا اور پیغمبرؐ کے ایامِ علالت میں امامت کرانا یہ ایسے اشارے ہیں کہ کسی بھی ذی عقل وشعور انسان کے لیے یہ اخذ کرنا مشکل نہیں ہے کہ صدیقِ اکبرؓ ہی نائب وجانشین رسول ہیں۔

بنابریں جس پیامِ حقانی کے مبلغ بن کر حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تھے اور آپ نے جس احسن طریق سے اُس پیغامِ توحید کی ترویج وتبلیغ فرمائی اُس کا تقاضا تھا کہ حضورؐ کے بعد بھی وہ پیغام ونظریۂ حیات زندہ جاوید رہے۔ کون کہہ سکتا ہے کہ اگر صدیقِ اکبرؓ اپنی فراستِ ایمانی سے صحیح فیصلے نہ کرتے تو اسلام زندہ بھی رہتا یا قصۂ پارینہ بن چکا ہوتا۔ قائد کی موجودگی میں تو رضا کار کے جوہر نہیں کھلتے مگر قائد کی غیر موجودگی میں صحیح فیصلہ وہی پیرو کار کر سکتا ہے جو قائد کا اصلی اور سچا ظل ہو۔ قائدِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ طیبہ میں اسلام کی ترقی وترویج کے لیے صدیقِ اکبرؓ نے جو مالی وجانی قربانیاں دیں اُس کا تذکرہ تو زیر بحث نہیں مگر اشارتاً اتنا کہہ دینا کافی ہوگا کہ اصحابِ عشرہ مبشرہ میں سے چھ اصحاب صدیقیؓ کاوشوں کے باعث مسلمان ہوئے۔ اُن کے اسلام پر مر مٹنے کے جذبہ کے تذکرہ کے لیے تو ضخیم کتابوں کی ضرورت ہے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زبانِ مبارک سے اُن کے احسانات کا تذکرہ فرما کر ایک ایسی مہر ثبت فرما دی ہے کہ اب ہر مسلمان پر واجب ہے کہ وہ صدیقیؓ احسانات کو یاد کر کے سنتِ نبویؐ پر عمل کر کے اپنی عاقبت سنوارے۔ فرمایا:

"دنیا میں کسی کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں دیا۔ مگر ابوبکرؓ — تم میں سے جس نے بھی مجھ پر کوئی احسان کیا ہے میں نے اُس کا بدلہ دے دیا مگر ابوبکرؓ

کے احسانوں کا بدلہ اللہ ہی دے گا۔ اگر میں کسی کو خلیل بناتا تو ابوبکرؓ ہی اس قابل تھے مگر اسلام ہی سب سے بڑا رشتۂ اخوت ہے۔"

پس میرا مطمعٔ نظر وصالِ پیمبرؐ کے بعد عہدِ صدیقی میں کارہائے نمایاں کا تذکرہ کرکے صدیقیؓ احسانات کو یاد کرنا ہے۔ کہ جیسا کہ عرض کیا جاچکا کہ یہ تقاضائے ایمان ہے۔ آیئے وقت کی ترتیب کے لحاظ سے اُن کا تذکرہ کرتے ہیں۔

پہلا احسان

تحفظ ایمانِ اُمت

سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا سفرِ آخرت وہ عظیم سانحہ ہے کہ اُمت پر اس سے بڑھ کر سانحہ کبھی نہیں آئے گا۔ ایسے میں اگر کوئی شخص عقل و حواس کا دامن تھام کر رکھے تو انسانی عقل کا تقاضا یہی ہے کہ تسلیم کیا جائے کہ وہ منصب صداقت پر فائز ہوتے ہوئے پیغمبرؐ کے پیغام کو صحیح طور پر سمجھنے والا ہے۔ اِن حالات میں تو وہ بھی جذباتی ہو گیا تھا جس کے بارے میں خود پیغمبرؐ نے فرمایا لوکان بعدی نبی لکان عمرؓ.

عمر فاروقِ اعظمؓ جیسے جلیل القدر صحابی رسول کی بھی پیغمبرؐ کی رحلت سمجھ میں نہیں آئی۔ ایسے میں وہ شخص جو نہ صرف صداقت وامانت کا مجسمہ ہے بلکہ پیغمبرؐ کے پیغام کی رُوح کو سمجھنے والا اور جانثار شاگرد ہے۔ کھڑا ہو کر کہتا ہے۔

"تم میں سے جو کوئی محمدؐ کی عبادت کرتا تھا۔ وہ سُن لے کہ اُس کا معبود فوت گیا۔ اور جو کوئی اللہ کی عبادت کرتا تھا۔ اللہ تو ہمیشہ زندہ رہے گا اُسے کبھی موت نہیں آئے گا۔"

یہی وہ مرحلہ ہے یہی وہ موقع ہے جب ایک شخص کی زبان سے نِکلے ہوئے صرف چند الفاظ نے نہ صرف اُس وقت کے مسلمانوں بلکہ قیامت تک کے لیے اُمتِ محمدیہؐ کے ایمانوں کو سلامتی عطا کر دی۔ یہ کہنا مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت ہے کہ عمرؓ، عثمانؓ، ابوعبیدہؓ، اور علیؓ جیسے جلیل القدر اصحابِ رسول کا ایمان بھی صدیقِ اکبرؓ کا مرہونِ احسان ہے۔ اور سب ہی نے اس کا اعتراف کیا کہ پیغمبرؐ کی بات کو، پیغمبر کے پیغام و پروگرام کو ابوبکرؓ سے بڑھ کر جاننے والا اور کوئی نہ تھا۔ اس نازک مرحلہ پر اگر وہی ہوتا جو ابوبکرؓ کی مقامِ سخ سے واپسی سے قبل ہو رہا تھا تو اسلام کا جو ہولناک انجام ہوتا اس کے تصور سے ہی کپکپی طاری ہو جاتی ہے۔

دوسرا احسان

تحفظِ تصورِ حکومتِ الٰہیہ

"لوگو مجھے تمہارا امیر بنایا گیا ہے۔ سو تم دیکھو کہ اگر میں اللہ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت کرو اور اگر میں ایسا نہ کروں تو مجھے رُوک دو۔"

تو یہ ہے معیار امیرالمسلمین کا۔ جو صدیقِ اکبرؓ نے تعلیماتِ پیغمبریؐ کی روشنی میں مقرر فرمایا کہ قانون اور نظام تو اللہ کا ہے۔ اور میں اُس معیار و کسوٹی میں تمہارا امیر ہُوں۔ اگر تم دیکھو کہ میں اُس راہ سے ہٹ گیا ہُوں جو اللہ نے مقرر فرمایا اور رسول اللہؐ نے جس کی تعلیم دی۔ تو پھر مجھے روک کر صحیح راہ پر لگا دو۔ اگر ایسا معیار مقرر نہ کیا جاتا تو اسلام خلافت کا مذہب کہلانے کی بجائے آمریت کا علمبردار کہلاتا۔ اور تمام پیشرو صدیقِ اکبرؓ کی پیروی کرتے۔ مگر صدیقِ اکبرؓ کے واضح اعلان کے بعد کسی کو اللہ تعالیٰ کے مقرر کردہ ضوابط و قوانین کے خلاف جرأت نہ ہو سکی۔ کیونکہ وہ ابوبکرؓ کے علم و فضل کی بنا پر جانتے تھے کہ اگر اللہ کے قانون میں انحراف کی ذرہ برابر گنجائش ہوتی تو وہ اُس سے ضرور فائدہ اُٹھاتے۔ اُنہوں نے امارت وخلافت کو امانت جانا اور ساری عمر اس امانت کی حفاظت میں گذار دی۔ اس امر کو دیکھ کر عمر فاروقِ اعظمؓ جیسا شخص بھی بے اختیار ہو کر پکار اُٹھتا ہے کہ:

"ابوبکرؓ نے اپنے پیش رووُں کے لیے امارت کو بہت زیادہ مشکل بنا دیا ہے۔"

تو اس معیار کا مقرر کیا جانا بھی احساناتِ صدیقیہؓ میں سے ایک ہے۔ اِس گئے گذرے دَور میں جب ڈھونڈے سے بھی صحیح اور سچا مسلمان نہیں مِلتا۔ جب صحیح مذہب کے نفاذ کا مطالبہ کیا جاتا ہے تو صدیقِ اکبرؓ کا مقرر کردہ معیارِ حکومت ہی اُن کے لیے مشعل راہ ہوتا ہے۔

تیسرا احسان

تحفظِ سنّتِ نبویؐ

اور پھر دین تو فداہِ امی وابی حضور نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے من وعن اتباع کا نام ہے اس لیے کہ پیغمبرؐ کی ہر ادا دین ہے۔ اُن کا سونا، اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا غرض زندگی کا ہر عمل دین ہے۔ صدیقِ اکبرؓ نے ساری زندگی اسی دین کے اتباع میں گذاری۔ اُس سے سرِمو انحراف نہ کیا۔ جیشِ اسامہؓ کی روانگی وہ واقعہ ہے جو اُن کو منصبِ خلافت پر فائز ہوتے ہی پیش آیا انہوں نے اس سلسلہ میں جس استقلال سے ادائے پیغمبریؐ کو ادا کیا اُس سے دین کی اہمیت واضح ہو جاتی ہے کہ اصل دین کیا ہے۔ انہوں نے لشکرِ اسامہؓ کی روانگی کو معطل و مؤخر کیا نہ اسامہؓ کو امیرِ لشکر کے منصب سے علیحدہ کیا اِس کے برعکس فرمایا:

"مجھے اُس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اُٹھا کر لے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا۔ جسے رسول اللہؐ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا۔"

اور جب اسامہؓ کی اپنی مرضی اور انصارِ مدینہ کی ترغیب پر فاروقِ اعظمؓ انہیں یہ مشورہ دینے آئے کہ اسامہؓ کو امیرِ لشکر کے منصب سے ہٹا کر کسی جلیل القدر صحابی کو قیادت سونپی جائے تو صدیقِ اکبرؓ نے بات سُنتے ہی دوٹوک لفظوں میں فرمایا:

"ناممکن میری زندگی میں یہ نہیں ہوگا۔ جس شخص کو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر فرمایا میں اُس کو کیونکر ہٹا سکتا ہُوں۔"

اِس ایک واقعہ سے ہم اپنے قارئین کو دعوتِ فکر دیتے ہیں کہ وہ سوچیں کیا صدیقِ اکبرؓ اِس پوزیشن میں نہ تھے کہ وہ عمر فاروقؓ کی بات مان لیتے؟ حالانکہ اُن کے سوا اسامہؓ کا ساتھی و حامی کوئی نہ تھا۔ بلکہ خود اسامہؓ نے اتحادِ ملّت کی خاطر امارت سے معذوری کا اظہار کر دیا تھا۔ تو پھر صدیقِ اکبرؓ کی طرف سے امارتِ اسامہؓ پر اصرار کیوں کیا گیا؟ صاف سمجھ میں آنے والی بات ہے کہ صدیقِ اکبرؓ نے آئندہ کے لیے اُن تمام قبیحات کا خاتمہ کر دیا جو آئندہ تحقیق و تجدید کے نام سے مذہب میں داخل ہونے والی تھیں۔ اس کے برعکس یہ ثابت کیا کہ ہر گام پر پیغمبرؐ کا اتباع ہی اصلِ دین و ایمان ہے۔

چوتھا احسان

تحفظِ عبادتِ زکوٰۃ

تکمیلِ دین کے چند ماہ بعد ہی پیغمبرِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رحلت سے ملّتِ اسلامیہ جس بحران کا شکار ہوئی کہا جا سکتا ہے کہ اگر پیغمبرؐ کو وقت مل جاتا تو یقیناً وہ باقی لوگوں کو بھی اسی طرح اِسلامی تعلیمات سے بہرہ ور فرماتے جیسے ابوبکرؓ تھے مگر مصلحتِ ربانی کے آگے کس کی مجال ہے دم مار سکے۔ پیغمبرؐ کا پیغامِ اجل کیا آیا کہ اللہ کے دین کے لیے مشکلات کے دروازے وا ہوگئے اب مکتبِ پیغمبریؐ کے تربیت یافتہ حضرت ابوبکر صدیقِ اکبرؓ کو اُن کو آسانیوں میں بدل کر عوام کو چین کی نیند سلانا تھا۔ پہلا فتنہ انکارِ زکوٰۃ کی صُورت میں اُٹھا۔

عرب قبائل جو چند ماہ قبل ہی دولتِ اسلام سے مالا مال ہوئے تھے ابھی اس کے اسرار و رموز اور احکام و فرائض سے پُوری طرح واقف نہ ہوئے تھے۔ وہ ابھی تک اپنی جاہلانہ رسوم کے سحر

میں گرفتار تھے۔ زکوٰۃ کے نظام کو وہ شروع ہی سے "تاوان" سمجھتے رہے یہی وجہ ہے کہ جونہی قائدِ اسلام صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی آنکھیں بند ہوئیں انہوں نے یہ "تاوان" دینے سے انکار کر دیا۔ صدیقِ اکبرؓ تک جب یہ اطلاعات پہنچیں تو انہوں نے صحابہ کبارؓ کا اجلاس بلایا۔ سب ہی نے متفقہ رائے دی کہ موجودہ حالات میں منکرینِ زکوٰۃ سے اُلجھنا درست نہیں بلکہ حضرت عمرؓ سمیت اکابر صحابہؓ کی رائے تو یہ تھی کہ "کلمہ گو" سے لڑنا درست نہیں۔ لیکن صدیق اکبرؓ جنہوں نے پیغمبرؐ جیسی نرم مزاج و نرم دل ہستی کو شدید مخالفت کے باوجود یکہ و تنہا مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں خدا کی توحید سناتے دیکھا تھا۔ مال و دولت، عزت و وجاہت کا لالچ، ظلم و ستم، قطع تعلق اور قتل تک کے منصوبوں کے مقابلے میں پیغمبرانہ استقلال کا نظارہ کیا تھا۔ سفرِ ہجرت کے دوران بے سروسامانی کے باوجود عزم و ہمتِ نبویؐ کا مشاہدہ کیا تھا۔ بدر و حنین میں رسولِ آخر الزمان کی عسکری صلاحیتوں کے وہ چشم دید گواہ تھے اُن سے کس طرح توقع کی جا سکتی تھی کہ وہ انکارِ زکوٰۃ کے فتنہ کے مقابلے میں مصلحت سے کام لیتے۔ چنانچہ اسی محفل میں اُن کی عزم و استقلال اور فراستِ ایمانی سے بھرپور آواز گونجی۔

"واللہ! اگر منکرینِ زکوٰۃ مجھے ایک رتی دینے سے بھی انکار کریں گے۔ جسے وہ رسول اللہ کے زمانے میں ادا کیا کرتے تھے تو بھی میں اُن سے جنگ کروں گا۔"

امتِ مسلمہ کی چودہ سو سالہ تاریخ شاہد ہے کہ اگر اُس وقت ابوبکرؓ زکوٰۃ کے مسئلہ پر ذرہ برابر بھی نرمی اختیار کرتے تو بالآخر صوم و صلوٰۃ، حج اور دوسرے تمام احکام و عباداتِ اسلام محض اختیاری چیزیں بن جاتے۔ ابوبکرؓ نے انکارِ زکوٰۃ کو ارتداد کا نام دیا۔ اور بزورِ شمشیر سب سے زکوٰۃ وصول کر کے اسلام کے اس بنیادی ستون کی حفاظت کرتے ہوئے ثابت کیا کہ اسلامی شریعت میں کسی ایک بھی حکم سے انکار کُلیتہً اسلام سے انکار ہے۔ اور منکر و مرتد سے جنگ کرنا فرض ہو جاتا ہے۔

کتنا بڑا احسان ہے صدیقِ اکبر کا اسلام پر کہ انہوں نے نرمی کی بجائے سخت موقف کو اپنا کر افراط و تفریط کا راستہ روک کر پیغمبرؐ کی راہ کا تعین کر دیا۔

پانچواں احسان

تحفظِ ختمِ نبوت

اس پُر آشوب دور میں ایک اور بڑا فتنہ مدعیانِ نبوت کا ذبہ کے دعوئ نبوت کی صورت میں رونما ہوا۔ یہ سلسلہ اگرچہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی حیاتِ طیبہ ہی میں شروع ہو گیا تھا۔ اور آپ نے ان جھوٹے مدعیانِ نبوت کے دعویٰ ہائے نبوت کے مقابلے میں "ختم نبوت کے اساسی عقیدہ کی وضاحت بھی فرما دی تھی۔ احادیثِ طیبہ میں اُن کی تشریحات و تفصیلات بکثرت ملتی ہیں۔ حضورؐ کو زندگی مہلت دیتی تو آپ اُن کی سرکوبی کر کے اپنی ختم نبوت کا جھنڈا بھی ٹھیک اُسی طرح گاڑتے جس طرح اُنہوں نے توحید کا نغمہ سنایا۔ مگر اُن کے جانشین و نائب نے اس اساسی عقیدہ کے تحفظ کا بھی خاطر خواہ بندوبست فرمایا۔ اور حقیقت یہی ہے کہ اگر صدیقِ اکبرؓ اس فتنہ سے آنکھیں بند کر لیتے تو پھر کوئی بھی دوسرا شخص ان ان مدعیانِ نبوتِ کاذبہ کا راستہ نہ روکتا اور بالآخر وہ وقت آ جاتا جب ہر شخص اپنے آپ کو مامور من اللہ خیال کرتا۔ صدیق اکبرؓ کی طبعی نرمی کا تصور کیجئے اور ایسے نرم دل شخص کی طرف سے مسئلہ ختم نبوت پر سخت ترین موقف اور اس پر مستزاد یہ کہ فتنے کو جڑ سے ہی ختم کر دینے کی دُھن کا بھی اندازہ کیجئے تو معلوم ہو گا کہ ختم نبوت کا مسئلہ کس قدر اہمیت کا حامل ہے۔ اور اُمتِ محمدیہ کا سب سے بڑا عالم اسکے لیے کس قدر حساس تھا مرتدین کے خلاف بھرپور جنگ میں ساری قوت جھونک دی گئی۔ طلیحہ سجاح اور مسیلمہ کذاب جیسے چھوٹے بڑے جھوٹے نبیوں کو شکستِ فاش